پیغمبرِ اسلام صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے توہین آمیز خاکے

مولانا قاری محمد حنیف جالندھری
ناظم اعلیٰ وفاق المدارس

۳۰/ستمبر ۲۰۰۵ء کو ڈنمارک کے اخبار ''جیلنڈ پوسٹن'' نے پیغمبر خدا ﷺ کے بارے میں توہین آمیز خاکے شائع کیے، ۱۱/جنوری/۲۰۰۶ء کو ناروے کے اخبار ''میگزینٹ'' نے وہی خاکے دوبارہ شائع کرنے کی ناپاک جسارت کی جس پر پورا عالم اسلام بشمول بعض غیر اسلامی ممالک کے سراپا احتجاج بن گئے، لیکن بات یہیں پہ ختم نہیں ہوئی بلکہ مختلف یورپی ممالک کے اخبارات نے مسلمانوں کے اس احتجاج کو نظر انداز کرتے ہوئے ان گستاخانہ خاکوں کو دوبارہ شائع کیا، اور اب صورت حال یہ ہے کہ اب تک مجموعی طور پر تقریباً چالیس ممالک کے 106 اخبارات یہ دل آزار کارٹون شائع کر چکے ہیں اور 200 ٹی وی اور ریڈیو چینلوں نے اس کو باقاعدہ نشر کیا ہے۔ یورپی ممالک نے یہ خاکے دوبارہ شائع کر کے ڈنمارک کے اخبار سے یکجہتی کا مظاہرہ کیا اور یہ باعث حیرت نہیں اس لئے کہ سرورِ کائنات ﷺ نے چودہ صدیاں قبل فرمایا تھا: ''الکفر ملة واحدة''.

پیغمبر خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ذات مبارکہ پر مغربی میڈیا کا یہ پہلا حملہ ہے اور نہ ہی آخری بلکہ وہ مسلسل ایک ابلیسی مہم کے تحت باقاعدہ منصوبہ بندی سے عمل پیرا ہے اور گاہے گاہے انسانی اقدار اور روایات کو ایک طرف رکھتے ہوئے اس قسم کی توہین پر مشتمل مواد شائع کرتا رہتا ہے۔ کہاں گئی مغرب کی وہ نام نہاد ''وسعت نظری'' اور ''روشن خیالی'' جسے اپنی تمام تر غلاظتوں کے ساتھ وہ اسلامی ممالک میں ترویج کا خواہاں ہے۔ کیا اہل مغرب یہ ثابت کرسکیں گے کہ آج تک کسی مسلمان فرد یا ادارے نے ان کی مذہبی یا روحانی شخصیات کے بارے میں ان کے جذبات کو ذک پہنچائی ہو بلکہ مسلمانوں کے ہاں تو عیسائیوں اور یہودیوں کے پیغمبروں حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کا احترام ایک مذہبی فریضہ کی حیثیت رکھتا ہے۔ مسلمان ان کے خلاف ایک لفظ بھی برداشت نہیں کر سکتے اور تو اور ہندومت، سکھ مت اور بدھ مت کی مذہبی شخصیات کے بارے میں بھی قرآنی تعلیمات گستاخی کی اجازت نہیں دیتیں۔ قرآن میں واضح حکم ہے: ﴿ولا تسبوا الذین یدعون من دون اللہ فیسبوا اللہ﴾ اسلام ایک وسیع ظرف رکھنے والا مذہب ہے وہ کسی ملت ومذہب کے پیشوا کی تو کجا کسی عام شخص کی بھی اہانت کی اجازت نہیں دیتا اور نہ ہی کسی کی بے جا تحقیر و تذلیل کا روادار ہے۔

مغربی میڈیا کا ایسی شخصیت کی شان میں گستاخی کرنا جس کی عظمت اور شرافت و نجابت کے خود اہل مغرب

بھی قائل ہیں اور کئی نامور مصنفین نے آپ پر باقاعدہ کتابیں لکھیں، اس کا مقصد سوائے اس کے اور کیا ہوسکتا ہے کہ وہ مسلمانوں کو غیر ضروری اشتعال دلائیں اور ان کے جذبات کا امتحان لیں اور مسلمانوں کو اپنی کم ظرفی، تعصب اور انتہا پسندی کا ثبوت فراہم کریں اور سو باتوں کی ایک بات تو یہ ہے کہ اس قسم کی ناپاک جسارت خود اہل مغرب کے دامن پر ایک سیاہ دھبہ ہے۔ ایک طرف تو وہ روشن خیالی اور وسعت نظری کا علمبردار ہے جب کہ دوسری طرف وہ اس قسم کی نامناسب حرکت کے مرتکب ہوکر تنگ نظری اور تاریک خیالی کا ثبوت دے رہے ہیں۔ مغرب کی یہ دوغلی پالیسی انہیں عالم اسلام تو کیا خود مغرب میں بھی پذیرائی نہیں بخشے گی۔ اگر چہ اسلامی ممالک کے بیشتر حکمران عالمی قوت کے کاسہ لیس اور ان کے آلہ کار ہیں لیکن وہاں کے عوام ناموس رسالت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خاطر مر مٹنے کو تیار ہیں۔ حکمران، عوام کے سامنے کبھی بند نہیں باندھ سکتے۔ عالم اسلام کے سوا اب مسلمانوں کا احتجاج اور ردِعمل فطری ہے۔ مغرب کی طرف سے انتقامی کارروائیوں کو دیکھ کر اب تو مغرب کے معتدل لوگوں کے سامنے بھی ان کی دوغلی پالیسی اور ان کا روپ بہروپ سوالیہ نشان بنتا جارہا ہے اور اس کے عملی اظہار کا پتہ اس بات سے چلتا ہے کہ کئی غیر سرکاری تنظیموں اور معروف افراد نے اخبار کی اس حرکت کی نہ صرف بھرپور مذمت کی بلکہ اس کو ایک نہایت غیر ضروری فعل اور اشتعال انگیز کارروائی قرار دیا۔

اخبار کا یہ دعوی کہ ''آزادی اظہار ہمارا حق ہے'' ظاہری طور پر تو یقیناً درست ہے کہ یہی ہر انسان کا بنیادی حق ہے لیکن حدود کے اندر رہتے ہوئے۔ کیا وہ اس بات کو سمجھنے سے عاری ہیں کہ آزادیِ اظہار اور چیز ہے اور جان بوجھ کر کسی مذہب وملت کے سربراہ کی سرعام توہین حتی کہ ان کے خلاف قابل اعتراض مواد کی اشاعت اور چیز ہے۔ بھلا دوسرے مذاہب کی قابل احترام شخصیات کی توہین کو اظہار کی آزادی کون سا مذہب جائز قرار دیتا ہے۔ پھر مغرب کا یہ اعتراض بھی کس قدر لغو اور بے معنی ہے کہ مسلمان اپنے پیغمبر کے خلاف کسی قسم کے اصولی اعتراضات کو برداشت کرنے کے روادار نہیں اس لئے کہ ساری دنیا یہ جانتی ہے کہ جب بھی مغرب نے علمی اور اصولی اعتراض کئے تو اسلامی سکالروں نے اس کا جواب علمی انداز میں ایک سے بڑھ کر ایک دیا۔ سر ولیم مور کی کتاب 'لائف آف محمدؐ'' اور اس طرح کی دیگر کتابوں کی مثالیں سب کے سامنے ہیں جن پر نہ تو مسلمانوں کی طرف سے مظاہروں کی نوبت آئی اور نہ ہی معاشی بائیکاٹ اور تشدد ہوا۔ اور اگر ایک لحہ کے لئے یہ بات مان بھی لیں کہ بقول ان کے فریڈم آف پریس (بلاتحدید) ان کا حق ہے تو پھر ہولوکاسٹ کے بارے میں حقائق منظرِ عام پر لانے سے ان کا سینہ کیوں تنگ ہوجاتا ہے اور ان کا کلیجہ منہ کو آنے لگتا ہے۔ وہ کیوں حقائق منظرِ عام پر لانے میں ہچکچاہٹ کا شکار ہیں کہ دوسری جنگِ عظیم کے دوران یہودیوں کو گیس چیمبرز کے اندر بند کرکے ہلاک نہیں کیا گیا تھا۔ برطانیہ کے مورخ ڈیوڈ ارونگ نے جب اس من گھڑت واقعے کا انکار کیا تو کیوں ان کو آسٹریا کی عدالت نے تین سال قید کی سزا سنائی؟ اسی طرح لندن کے میئر کو صرف اس وجہ سے معطل کیا گیا کہ انہوں نے

ایک صحافی کے بار بار تنگ کرنے پر یہ جملہ کہا کہ "تمہارا رویہ نازی کیمپ کے گارڈ کی طرح ہے" کہاں گئی تھی اس وقت مغرب میں اظہار رائے کی آزادی؟ اگر یہودیوں کے ہولوکاسٹ کے خلاف تاریخی حقائق منظرِ عام پر لانے کو قابل سزا جرم قرار دیا جاسکتا ہے تو آخر کار انبیاء علیہم السلام کی توہین کو کیوں جرم قرار نہیں دیا جاسکتا؟

مسلمان چاہے جتنی بھی اخلاقی پستی اور زوال کا شکار ہوں لیکن جب مذہب کا معاملہ آتا ہے تو ان کی مردہ جانوں میں نئی روح پڑ جاتی ہے اور ان کی رگ حمیت پھڑک اٹھتی ہے۔ چنانچہ اس واقعہ کا مسلمان ممالک خصوصاً عالم عرب نے بڑا اثر لیا۔ اس سلسلے میں سعودیہ نے ایک قابل تقلید اور لائق ستائش کارنامہ سرانجام دیا جب اس نے ڈنمارک سے احتجاج کرتے ہوئے اپنے سفیر کو واپس بلالیا۔ اس کے بعد بعض دوسرے ممالک نے بھی اس کی تقلید کی۔ مذکورہ ممالک کے معاشی بائیکاٹ کی مہم چلائی گئی جس پر ان کو کافی دھچکا لگا اور ان کی مصنوعات متاثر ہوئیں۔ یہ ایک طرفی امر تھا لیکن یورپی کمیشن نے اسے اپنے خلاف کارروائی سمجھا۔ اخبار اور حکومت کی ہٹ دھرمی کے باعث بعض ممالک میں ان کے سفارت خانے بھی جلائے گئے۔

حقیقت یہ ہے کہ موجودہ دور میں مسلمانوں کی بقا اور ان کے مذہبی تحفظ کا صرف ایک ہی راستہ ہے اور وہی سلامتی اور عزت سے اس دنیا میں جینے کا راستہ ہے کہ وہ مغرب کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر بات کریں اور ان کے ساتھ مساوی اور برابری کی سطح پر تعلقات اور رابطے استوار کریں نہ کہ آقا اور غلام کے طور پر۔ امت مسلمہ اب مغرب کے بارے میں مزید خوش فہمی میں نہ رہے۔ بے شک اسلامی ممالک کے بعض سابق رہنماؤں نے اپنے اپنے دور اقتدار میں مغرب کو برابری کی سطح پر لانے کی کوشش کی اور وہ کامیاب ثابت ہوئیں۔ اس ضمن میں سعودی عرب کے سابق فرمان روا شاہ فیصل مرحوم کے کردار کو سامنے رکھیں جنہوں نے پیٹرول کو یورپ کے خلاف بطور ہتھیار استعمال کیا تو ان کی معیشت کے اداروں میں دراڑیں پڑ گئیں اور ان کی اقتصادیات بری طرح متاثر ہوئیں۔ اب سعودیہ میں دوبارہ معاشی بائیکاٹ کی لہر دوڑ گئی ہے لیکن ابھی یہ عوامی سطح پر ہے، اسے حکومتی سطح پر ہونا چاہیے اور تمام ممالک میں ہونا چاہیے۔ ہم نے صدرِ پاکستان سے ملاقات کے دوران اس بات پر خصوصی زور دے کر واضح کر دیا کہ توہین آمیز خاکوں کے خلاف احتجاج میں پاکستانی حکومت عوام کے ساتھ عملاً شریک نظر نہیں آرہی اس لئے حکومت کا فرض بنتا ہے کہ وہ حکومتی سطح پر ڈنمارک سے جو اشیاء درآمد کر رہی ہے اس پر پابندی لگائے لیکن ابھی تک اس پر عمل درآمد نہیں کیا گیا۔

حالات و واقعات کی نزاکت کو سمجھتے ہوئے اسلامی ممالک خصوصاً اسلامی دنیا کی واحد ایٹمی طاقت پاکستان کے عوام نے بھرپور احتجاج کیا۔ اس کے علاوہ بعض غیر اسلامی ممالک نے بھی اس کی بھرپور طریقے سے مذمت کی لیکن ابھی تک یورپی ممالک کے رویے میں نہ تو کوئی تبدیلی آئی ہے اور نہ ہی انہیں اپنے اس شنیع فعل پر کوئی شرمندگی ہے جس سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ وہ تہذیبوں کا ٹکراؤ چاہتے ہیں اور انہیں اس کے بھیانک نتائج کی کوئی پرواہ نہیں۔

موجودہ حالات میں جس طرح یورپی ممالک نے یکجہتی اور اتحاد کا ثبوت دیا ہے یہ مسلمانوں کی آنکھیں کھولنے کے لئے کافی ہونا چاہیے اور انہیں بھی اسی طرح کا اجتماعی ردعمل اختیار کرنا چاہیے۔

اس موقع پر مسلمان ممالک کو فوراً او آئی سی کا اجلاس بلانا چاہیے تاکہ مسلم رہنما باہم مل بیٹھ کر عالمی سطح پر کوئی مشترکہ اور مؤثر آواز اٹھا سکیں اور انہیں باقاعدہ اس قسم کی حرکات کے لئے طویل اور دیرپا منصوبہ بندی کرنی چاہیے تاکہ آئندہ اس قسم کے شرمناک اور افسوس ناک واقعات کا ظہور نہ ہو۔ اس سلسلے میں ممالک کی نمائندہ تنظیم او آئی سی کو اپنا بھرپور کردار ادا کرنا چاہیے اور اس مسئلے کا گہرا نوٹس لینا چاہیے کیونکہ یہ کوئی معمولی واقعہ نہیں بلکہ اس ذات بابرکات کی توہین کا واقعہ ہے جس کی وجہ سے ہم آج مسلمان کہلاتے ہیں اور اقوام عالم میں ہمارا ایک الگ تشخص ہے۔

ہم اقوام متحدہ کو بھی اس کے فرائض یاد دلانا چاہتے ہیں کہ وہ اخبار کے اس شرمناک فعل اور مسلمانوں کے احتجاج کے مقابلے میں ڈنمارک کی حکومت کے رویے کی صرف مذمت نہ کرے بلکہ عملی طور پر باقاعدہ ایسے موثر قوانین کو اپنے چارٹر کا حصہ بنائے جس کی رو سے آئندہ کوئی بھی فرد، تنظیم یا ادارہ ایسی ناپاک اور مذموم جسارت نہ کر سکے جس سے کسی بھی مذہب، نبی، عقیدہ یا مذہبی شخصیات پر کوئی زد پڑتی ہو۔ اس طرح مغرب کی نام نہاد ''روشن خیالی''، ''وسعت نظری'' اور ''آزادی اظہار'' کے حدود متعین کرے۔ یقیناً اقوام متحدہ جو مسلمانوں کی نظروں میں اب محض مغربی ممالک کے مفادات کی محافظ کی سی رہ گئی ہے، کو اپنی گری ہوئی ساکھ بحال کرنے کا انمول موقع ہے۔ جو اسے نہیں گنوانا چاہیے۔ ☆......☆

اسلام ہی دین الحسن والجمال ہے

لوگوں نے صرف عورتوں کے خط و خال و ناز و انداز کا نام حسن رکھ چھوڑا ہے، لیکن یہ صرف کوتاہ نظری ہے اور صرف ایام شباب کا محدود مذاق ہے۔ با ایں ہمہ دنیا کے مختلف ممالک کے باشندے ہیں جن کا مذاق اس بارہ میں بھی اس قدر مختلف ہے کہ حسن نسائی کی متفق علیہ تعریف بیان کرنا بھی ناممکن ہے۔ روس کے شمال میں صاف شفاف آسمان جیسی نیلی آنکھیں غایت حسن سمجھی جاتی ہیں، اہل مغرب ارزق چشم کو نہایت مکروہ سمجھتے ہیں۔ یورپ میں سنہری بالوں کی تعریف کی جاتی ہے اور ایشیا میں سیاہ ترین چوٹی کو حسن سمجھا جاتا ہے یورپ کو سفید رنگت پر ناز ہے مگر حبشیوں کے نزدیک سیاہ رنگ کے سوا اور کسی کو حسین کہلانے کا حق نہیں۔

جب ہم نے اس مضمون کا عنوان ''دین الحسن والجمال'' ثبت کیا تو اس سے یہ سمجھنا کہ اسلام بھی حسن نسائی کا سراپا نگار ہے، غلط اور قطعاً غلط ہے۔ ہاں اسلام حسن کا ایک بلند درجہ تجویز کرتا ہے اور جمال کو بہترین صُنع ربانی قرار دیتا ہے، اسلام کی نگاہ میں یہ جہاں سرتاپا حسن کا پیکر ہے اور عالم کی ہر شے آئینہ دار جمال ہے۔

(رحمۃ للعالمین، از: مولانا قاضی محمد سلیمان سلمان منصور پوری: ۳/۴۴۴)